ہمیں عہد کر لینا چاہئے کہ جب تک جنگ نہیں جیت لیتے ہتھیار نہیں ڈالیں گے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷؍دسمبر ۱۹۷۱ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جنگ کے دوران بعض محاذوں پر پیچھے بھی ہٹنا پڑتا ہے۔لوگ گھر بھی جاتے ہیں، علیحدہ بھی ہو جاتے ہیں اور فوجیں پوری طرح احاطے اور نرغے میں بھی آ جاتی ہیں۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اڑھائی تین سال تک محصور بھی رہے اور بعض دفعہ وقتی طور پر بالکل اکیلے بھی رہ گئے۔

(۱)''بعض اوقات تو ایسا خطرناک حملہ ہوتا تھا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم عملاً اکیلے رہ جاتے تھے چنانچہ ایک وقت ایسا آیا کہ آپ کے اردگرد صرف بارہ آدمی رہ گئے اور ایک وقت ایسا تھا کہ آپ کے ساتھ صرف دو آدمی ہی رہ گئے۔(سیرۃ خاتم النبیین صفحہ ۴۹۶)

(۲)''مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا اور پھر تمام فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔صحیح بخاری میں ہے فَاَدْبَرُوْا حَتّٰی بَقِیَ وَحْدَہٗ یعنی سب لوگ ٹل گئے اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے۔(سیرۃ النبی حصہ اوّل جلد اوّل صفحہ ۳۹۱ مطبوعہ کانپور)

اور اکیلے سے یہی مراد ہے کہ آپ کے ساتھ چند ساتھی رہ گئے تھے اور پھر وہ وقت بھی گذر گیا۔بعض جگہ غیر کی نظر میں بظاہر بڑا نقصان اُٹھایا اور دشمن کی نظر میں ایک قسم کی وقتی طور پر پسپائی ہی سمجھی گئی۔

مگر اُس وقت ہمارا محاذ زمانہ پر پھیلا ہوا تھا اور اِس وقت ہمارا پاکستان کا محاذ مکان پر پھیلا ہوا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی دشمنی شروع ہوگئی تھی اور دشمنی بھی معمولی نہیں بلکہ بڑی سخت مخالفت اور دشمنی شروع ہوگئی تھی۔ شروع میں تو سمجھا یہ گیا تھا کہ جنگ کی ضرورت نہیں، ہم جنگ سے ورے ورے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکام اور اسلام کو نیست ونابود کر دیں گے لیکن جب جنگ سے ورے ورے یہ ناکامی اسلام کو نہ ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی مہم میں کمزوری پیدا ہونے کی بجائے طاقت پیدا ہونی شروع ہوگئی تو پھر ایک وقت آیا کہ دشمنوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اُنہیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے کیونکہ اِس کے بغیر تو یہ مٹتے نہیں چنانچہ پھر جنگوں کا ایک سِلسلہ شروع ہوگیا۔ مٹھی بھر مسلمان تھے۔ ہم اگر تخیّل کی نگاہ سے دیکھیں تو ہمیں ایک وہ زمانی محاذ نظر آتا ہے جو پہلی جنگ سے لے کر فتح مکہ کے زمانے تک پھیلا ہوا ہے اور پھر خلافت راشدہ میں دوسرے محاذ ہیں۔ زمانے کے لحاظ سے ''ایک محاذ'' میں اِس لئے کہتا ہوں کہ ایک ہی چھوٹی سی فوج تھی مگر وہ فدائی تھے، وہ مجاہد تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لئے ہر لحظہ تیار تھے۔ تاہم اُن کا ایک مختصر سا گروہ تھا، وہی لڑتا رہا، کچھ بعد میں آنے والے اس کے ساتھ ملے لیکن وہی بنیادی گروہ تھا جنہوں نے پہلی جنگ میں بھی حصہ لیا، پھر دوسری میں بھی حصہ لیا اور پھر تیسری میں بھی حصہ لیا۔

بعد میں بھی ہمیں زمانے پر پھیلا ہوا یہی محاذ نظر آتا ہے مثلاً حضرت خالدؓ بن ولید نے کسرٰی کے خلاف ایرانؔ میں جو آٹھ دس جنگیں لڑیں ہیں اُن کے ساتھ کم وبیش اٹھارہ ہزار مسلمان سپاہی تھے۔ اُن میں سے بھی کچھ زخمی ہو گئے اور کچھ شہید ہو گئے۔ غرض یہ ایک چھوٹی سی فوج تھی، ایک چھوٹا سا گروہ تھا۔ جو آج لڑا وہی تین دن کے بعد لڑا اور پھر پانچ دن کے بعد بھی وہی لڑا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اُن کو دشمن کی نئی فوج کے ساتھ جنگ لڑنی پڑی تھی۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی ایک دو دفعہ بتایا ہے ہر دفعہ ایرانیوں کی فوج جو مسلمانوں کے مقابلے پر آئی اس کی تعداد چالیس ہزار پھر ساٹھ، ستّر ہزار اور بعض دفعہ اسّی ہزار اور بعض دفعہ ساٹھ ہزار سے کچھ کم ہوتی تھی۔

اب یہ بھی ایک فوج کا زمانے پر پھیلا ہوا محاذ ہے۔ ہمارا مکان کے لحاظ سے پھیلا ہوا محاذ ہے۔ ہمارا محاذ کراچی سے لے کر کارگل سے ہوتا ہوا دیناج پور سے سارے مشرقی پاکستان پر پھیلا ہوا ہے۔ ہر محاذ پر ہماری مختلف ٹولیاں موجود ہیں۔ پہلے ایک ہی ٹولی تھی جو زمانے میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ اب ایک فوج کی مختلف ٹولیاں ہیں یا گروہ ہیں یا ڈویژن ہیں۔ یعنی فوج تقسیم ہو کر اس کی مختلف ٹولیاں ہمیں مختلف محاذوں پر نظر آتی ہیں۔ جس طرح زمانے پر پھیلے ہوئے محاذ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض دفعہ دُکھ اُٹھانا پڑتا تھا اور پریشانی اُٹھانی پڑتی تھی، آج ہمیں بعض محاذوں پر مکانی لحاظ سے وہ دُکھ اور پریشانی اُٹھانی پڑی ہے۔

پس یہ خطرہ تو جنگ کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ جنگ کبھی ایک شکل اختیار کرتی ہے، کبھی دوسری شکل اختیار کرتی ہے لیکن یہ جو جھڑپیں ہیں ان سے قسمتوں کا فیصلہ نہیں ہوا کرتا جو جنگ ہے اس کے جیتنے یا ہارنے سے قسمت کا فیصلہ ہوا کرتا ہے اور جنگ جیتنے کے لئے بنگال یعنی مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا ہے اِس کے باوجود جس انتہائی جدوجہد کی ضرورت ہے، اِس میں ایک ذرہ بھر کمی نہیں آنی چاہئے اور نہ دِلوں میں اُداسی اور مایوسی پیدا ہونی چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکّل اور بھی زیادہ بڑھنا چاہئے۔ پہلے زمانے میں تو زمانے کے لحاظ سے جو پریشانی تھی وہ زیادہ خطرناک تھی کیونکہ ساری کی ساری فوج کے لئے پریشانی تھی۔ اب ہماری ساری کی ساری فوج کے لئے پریشانی نہیں پیدا ہوئی۔ ایک حصہ ملک کے لئے پریشانی پیدا ہوئی ہے۔

اگر ہمارے اندر غیرتِ ایمانی ہے تو یہ عہد کر لینا چاہئے کہ جب تک ہم جنگ نہیں جیت لیتے ہم ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ اِس کے بغیر تو پھر مسلمان کہلانے میں کوئی مزہ نہیں ہے۔ یہ یاد رکھیں (احمدی بھی! اور میرے دوسرے بھائی بھی) کہ اگر ایمان اور تقویٰ اور طہارت اور اسلام کے حق میں جو بشارتیں ہیں اُن کا ذکر ہم نے اپنی زبانوں پر اپنی مجالس میں، اپنی گفتگو میں، اپنے ریڈیو پر اور اپنے اخباروں میں کرنا ہے، تو پھر مسلمان بننا پڑے گا ورنہ ہم ان بشارتوں کے حامل نہیں ہو سکتے جو اسلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔ اُن وعدوں کو وراثت میں ہم تبھی حاصل کر سکتے ہیں جب ہم حقیقی طور پر ان کے وارث بنیں اگر ہم ایثار، قربانی، توکّل اور

فدائیت کے ورثہ کو ٹھکرا دیں تو ورثہ میں آئے ہوئے وعدوں کو ہم کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

یاد رکھیں کہ ہمارے پاس پہلے ورثہ پہنچا قربانی کا، ایثار کا، پہلے ہمارے پاس ورثہ پہنچا شجاعت کا، پہلے ہمارے پاس ورثہ پہنچا نڈر ہو جانے کا، اور وہ اِس وجہ سے کہ ہمارے پاس پہلے ورثہ پہنچا خدا تعالیٰ پر توکّل کرنے کا اور خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کسی سے نہ ڈرنے کا۔ جب ہم نے یہ ورثے حاصل کر لئے تو اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہوئے۔ اب بھی ہم اگر اِس ورثہ کو ٹھکرائیں نہ بلکہ قیمتی متاع سمجھ کر اپنے سینہ سے لگائے رکھیں تو خدائی وعدوں کا ورثہ ہم تک پہنچتا ہے اور اس کی بشارتیں ہمارے حق میں پوری ہوتی ہیں ورنہ نہیں۔ خدا نہ کرے کہ ان بنیادی ورثوں کو ہم دھتکار دیں (نعوذ باللہ) پھر تو بشارتوں کے حصول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن وہ بنیادی ورثہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد کو اپنے آباؤ اجداد سے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد چکر لگا کر ہر چیز قربان کر کے اسلام کے غلبہ کے لئے قربانیاں دی تھیں یعنی وہ قربانی، وہ جذبہ، وہ ایثار، وہ جہاد کا ولولہ اور شوق اور وہ جان کو کچھ نہ سمجھنے کا عزم اور وہ خدا تعالیٰ ہی پر توکّل کرنا اور کسی غیر کی طرف توجہ نہ کرنا ہے۔ جب یہ ورثے ہمیں مل جائیں گے اور ہم خود کو اِس کا اہل بنائیں گے تو خدا تعالیٰ کے وعدے ضرور پورے ہوں گے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اپنے اندر یہ صفات پیدا کر لیں اور پھر خدائی وعدے پورے نہ ہوں لیکن اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کو نہ نباہیں تو رحیم خدا سے ہم یہ کیسے اُمید رکھ سکتے ہیں کہ جو قربانیوں سے تعلق رکھنے والے وعدے ہیں وہ پورے ہو جائیں گے۔

ہمارا خدا رحیم ہے وہ ہمیں عمل صالح کی جزا دیتا ہے اگر انسان کا عمل صالح نہ ہو تو رحیم خدا کے وعدے پورے نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بنیادی صفت رحمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہوا تو بنا دی اور سُورج کی شعاعیں بنا دیں اور سورج کی شعاعوں میں وٹامنز بنا دیں۔ بہت سارے لوگوں کو اس کا پتہ نہیں وہ شیشی کھول کر وٹامن کی گولی کھا لیتے ہیں یعنی وٹامن اے، بی، سی مختلف نام ہیں مگر یہ جو سورج کی کرنیں ہیں خدا تعالیٰ نے ان کے اندر وٹامن رکھے ہوئے ہیں۔ جو شخص سورج کی شعاعوں میں بیٹھتا ہے وہ شاید ایک کی بجائے دو گولیاں وٹامن کی کھا لیتا ہے پس یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے جلوے ہیں لیکن اُس کی صفتِ رحیمیت کا

جلوہ، کچھ کر کے حق دار بننے پر منحصر ہے یعنی صفت رَحِیۡمِیّتْ اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہونے کا جو جلوہ ہے یہ تب ہی ملے گا جب عمل صالح ہوگا اور یہ جو جہاد ہے اور یہ جو ایک ابدی جنگ اسلام کی شوکت کو قائم رکھنے کی ہمارے سامنے رکھی گئی ہے اس کا تعلق عمل صالح سے ہے۔ اس کے نتیجے میں ہم اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے جلوے دیکھتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحیمیت کا جلوہ عمل صالح کے بغیر ظاہر ہو ہی نہیں سکتا۔

پس ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو نباہنا چاہئے اور یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم اور ہماری نسلیں اُس وقت تک ایک لحظہ کے لئے بھی چین سے نہیں بیٹھیں گی جب تک کہ ہماری چھنی ہوئی دولت ہمیں واپس نہ مل جائے اور یہ مشرقی پاکستان تو ایک چھوٹی سی دولت ہے جو ہم سے چھن گئی ہے۔ ہماری دولت ساری دُنیا ہے۔ ہم نے ساری دُنیا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر سے چھیننا اور شیطان کے قبضہ سے نکالنا ہے۔ ہم نے ساری دُنیا کے دلوں کو خدا تعالیٰ کے نام پر اور اس کی محبت کے لئے جیتنا ہے۔ ہم ہار نہیں سکتے اور نہ ہارنے کا کوئی خیال دل میں لانا چاہئے۔

جنگوں میں وقتی طور پر پریشانیاں آتی ہیں یہ نظارے تو ہمیں بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی نظر آتے ہیں اور اس وجود سے زیادہ پیار خدا تعالیٰ کس سے کرتا ہے۔ پس یہ وقتی طور پر جو پریشانیاں آتی ہیں یہ خدا تعالیٰ کے پیار کی نفی نہیں کرتیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حسین تر پیار کے جلوؤں کے سامان پیدا کر رہی ہوتی ہیں اگر کوئی خود کو ان کا مستحق بنائے۔

یہ جلوے ہمیں قرون اولیٰ میں نظر آئے اگر کوئی آج بھی خود کو اہل بنائے تو وہ جلوے آج بھی اسے نظر آئیں گے۔ اس لئے گھبرانے کی بات نہیں۔ ۱۹۴۷ء میں ہماری جماعت کا وہ حصہ جو وہاں سے ہجرت کر کے آیا تھا وہ اسی قسم کے خطرناک دَور سے گزرا ہے۔ سب کچھ وہاں چھوڑ دیا تھا اور خدا تعالیٰ نے یہاں اُس سے بہت زیادہ دے دیا جو چھوڑ کر آئے تھے۔ میرے کئی زمیندار دوست جو میرے ساتھی یا شریک کار ہیں، کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے (اپنے زمانہ خلافت سے بھی پہلے کی بات ہے کہ) بعض سے میں پوچھتا تھا کہ جتنا زمین سے وہاں کما رہے تھے اس سے کم کما رہے ہو یا زیادہ وہ کہتے تھے زیادہ کما رہے ہیں حالانکہ انہیں جو زمینیں الاٹ ہوئی تھیں وہ پہلے سے کم تھیں۔ میں پوچھتا تھا واپس جاؤ گے تو وہ کہتے تھے واپس

جانے کو دل تو کرتا ہے لیکن وہاں جا کر اتنی آمد نہیں ہوگی جتنی یہاں ہو رہی ہے۔

پس خدا تعالیٰ نے فضل کیا اگر چہ ۱۹۴۷ء میں ہماری ساری زمین وغیرہ چھن گئی اور یہاں بظاہر کم زمین دی گئی لیکن اس میں برکت ڈال دی گئی جس سے آمد زیادہ ہونے لگی۔ جماعت کو دیکھ لیں۔ جماعت احمدیہ کی مجموعی آمد ۱۹۴۷ء سے اب تک کم از کم دس گنا بڑھ چکی ہے اور یہ میں مغربی پاکستان میں رہنے والوں کا ذکر کر رہا ہوں کوئی یہ نہ سمجھے کہ باہر کے ملکوں میں لوگ احمدی ہو گئے ہیں اس لئے آمد بڑھ گئی ہے۔ غرض مغربی پاکستان میں بسنے والی جماعت کی آمد ۱۹۴۷ء سے دس گنا زیادہ ہوگئی ہے جن میں سے ایک دوست جن پر ابھی میری نظر پڑ گئی ہے ان کی وہاں چھوٹی چھوٹی دکانیں تھیں جن کی قیمت ۵۰۰؍ یا ہزار سے زیادہ نہیں تھی مگر یہاں خدا تعالیٰ نے انہیں لاکھوں کی جائیداد دے دی ہے۔

پس سارے اموال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کا کام یہ ہے کہ وہ اس کے پیار میں محو ہو کر اپنا سب کچھ قربان کر دے اور انسانوں میں سے ہر ایک فرد کا سب کچھ کیا ہوتا ہے یہی پانچ روپے، پانچ سو روپے، ہزار روپے، لاکھ روپے، دس لاکھ روپے یا ایک کروڑ روپے۔ تو جب ہم فرد واحد کے متعلق کہتے ہیں کہ سب کچھ قربان کر دو تو اس کا یہی مطلب ہے کہ دُنیا کی یہ دولت جو محدود ہے اور گنتی اور شمار میں آنے والی ہے اس کو قربان کر دو لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں اپنا سب کچھ دوں گا جس کا کوئی شمار نہیں اور جو غیر محدود ہے پس یہ گھاٹے والا سودا نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے خوشی اور بشاشت سے تکلیفیں برداشت کرنی ہیں اور خدا تعالیٰ پر پورا توکل اور بھروسہ رکھتے ہوئے پہلے سے زیادہ قربانیاں دینی ہیں اور پہلے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کو حاصل کرنا ہے۔ انشاء اللہ۔

غرض جنگ میں تو اُتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے لیکن ایسے حالات میں بھی جو ہمارا ردّ عمل ہے خدا تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے کا اور اپنی جگہ پر اس یقین پر قائم رہنے کا کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا ہے اور یہ عزم کہ ہم اپنا سب کچھ اسلام کی شوکت اور اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے قربان کر دیں گے وہ تو اپنی جگہ پر ہے۔ ویسے ہمارے دل اس لئے دُکھیا نہیں کہ ایک محاذ کے اوپر ہمیں کچھ پریشانی اُٹھانی پڑی ہے۔ ہمارے دل اس لئے دُکھیا ہیں اور اس

وقت بڑا ہی دُکھ محسوس کر رہے ہیں کہ مشرقی پاکستان میں رہنے والے قریباً ۶ کروڑ مسلمانوں کو مصیبت پڑ گئی ہے اس لئے ہمارا دل دُکھتا ہے اور اگر ہمارا دل واقع میں دُکھتا ہے تو ہمیں ان کی خاطر اور بھی زیادہ قربانی دینی چاہیئے۔

آپ اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ وہ کس خطرناک مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ آج صبح بی بی سی کی ایک چھوٹی سی خبر یہ ہے کہ مشرقی پاکستان میں دشمنوں نے قتل عام شروع کر دیا ہے۔ وہ غلط فہمیوں میں مبتلا بنگالی مسلمان جو یہ سمجھتا تھا کہ اسے آزاد نہ حکومت کرنے کے لئے موقع دیا جائے وہ ہندو کی تلوار کے نیچے آ گیا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تو ہم نے چند لاکھ کی قربانی دی تھی اب کہیں چند ملین (MILLION) کی یعنی ستّر اسّی لاکھ یا ایک کروڑ کی قربانی نہ دینی پڑے۔

پس وہاں اس قسم کے حالات ہیں اس لئے ہمارا دل دکھ محسوس کر رہا ہے اور ہمارا ذہن پریشان ہے اور اس پریشانی کو دور کرنا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اَور کی طاقت نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے سوا اس کے فضلوں کو جذب کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ پس ہم خدا تعالیٰ کی نازل ہونے والی ہر خیر کو پسند کرتے اور مانگتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں کہا ہے کہ

كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تذکرہ۔ ایڈیشن چہارم:۳۵)

اس لئے ان دنوں میں دوست خصوصی طور پر بہت زیادہ درود بھیجیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ پہلے تو میں نے سینکڑوں میں کہا تھا کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھا کریں۔ اب عدد کی حدود سے پھلانگ کر آگے نکل جائیں اور ہر وقت یہ تسبیح وتحمید اور درود پڑھیں تا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کے نتیجہ میں ہمیں وہ مل جائے جس کے لینے کے ہم خواہش مند ہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳؍دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱ تا ۳)

❁❁❁